السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاته

اہل تشیع بخاری کی اس حدیث (صحیح البخاري كتاب العلم باب كتابة العلم (١١٤) والمغاذي (٤٤٣٢) کو عموماًپنے اس حق میں پیش کرتے ہیں۔ کہ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیماری کے دوران یہ فرمانا کہ میرے پاس قلم دوات لے کر آؤ کہ میں آپ کو لکھ دوں مگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہمیں قرآن کافی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو ہذیان میں ایسا کہہ رہے ہیں۔ اس سے اہل تشیع درج زیل مسائل ثابت کرتے ہیں۔

1۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہنا نا مان کر گستاخی کی۔

2۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہذیان میں بتلا کہہ کر گستاخی کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہذیان میں ہونا شان کے خلاف ہے۔

3۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعد خلافت کے بارے میں لکھنا چاہتے تھے۔

4۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو امی تھے۔ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ لاؤ میں لکھ دوں؟ لہذا حدیث عقل و نقل کے خلاف ہے۔

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاته!

الحمد لله، والصلاة والسلام علىٰ رسول الله، أما بعد!

1۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بطور شفقت صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بیماری کے غلبہ کی وجہ سے روکا تھا۔ لہذا یہ گستاخی نہیں۔ علی سبیل التنزل اگر اس کو گستاخی تسلیم کر لیا جائے۔ تو اس میں عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ منفرد نہیں تھے۔ بلکہ وہاں کئی ایک صحابہ رضوان اللہ عنھم اجمعین واہل بیت رضوان اللہ عنھم اجمعین موجود تھے۔ وہ سب اس میں شریک ہوں گے۔ نیز تنہا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر الزام لگانا بے انصافی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیوں نہ تحریر کروایا۔ جب کہ ان کو قرب دامادی حاصل تھا۔ ''فتح الباری'' وغیرہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے۔ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ کوئی کاغذ لاؤ جو لکھا جائے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روکنے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رک جانا منصب رسالت کے منافی ہے جب کہ آپ پر تبلیغ فرض ہے۔ اس واقعہ کے بعد بھی چند روز تک آپ زندہ رہے۔ اگر کوئی ضروری تحریر ہوتی تو ضرور لکھوا دیتے۔

2۔ پہلی بات یہ ہے کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقولہ نہیں۔ حدیث کی کسی کتاب میں اس امر کی تصریح موجود نہیں۔

دوسرا ''ہجر'' بمعنی ہذیان لینا غیر متبادر ہے۔ یہ لفظ جدائی کے معنی میں کثیر الاستعمال ہے۔ چنانچہ قرآن میں ہے وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا دوسری آیت میں ہے : وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ

تیسری بات یہ ہے ''ہجر'' کے بعد استفهموہ کا لفظ موجود ہے جس کے معنی یہ ہیں آپ سے پوچھو تو سہی کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ اگر ہجر'' کے معنی ہذیان کے لئے جائیں تو استفهموہ سے بے ربط اور بے کار ہو جاتا ہے جس کو ہذیان ہو گیا اس سے پوچھنا خلاف عقل ہے۔ ثابت ہوا هجر و يهجر کے معنی جدائی کے ہیں نہ کہ ہذیان۔ (فیصلہ حدیث قرطاس 69)

3۔ ''قصہ قرطاس'' جمعرات کو پیش آیا۔ بروز سوموار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا۔ اس اثناء میں اگر خلافت کے بارے میں کوئی ضروری تحریر ہوتی تو آپ لکھوا سکتے تھے یا فاتح خیبر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جراءت مندانہ اقدام کر کے لکھوا لیتے۔ بلکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد ان کے صاحبزادے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ امت کی مصلحت کے پیش نظر رضا کارانہ طور پر امور خلافت سے مستعفی ہو گئے تھے۔ یہ اس امر کی واضح دلیل ہے کہ استحقاق خلافت اہل بیت کے لئے متعین نہیں۔

4۔ کتاب کی نسبت آپ کی طرف بلحاظ آمر کے تھی قصہ صلح حدیبیہ میں بھی ایسے الفاظ موجود ہیں۔ وہ نسبت بھی حکم کے اعتبار سے ہے جب کہ فی الواقع کاتب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ اسی طرح معاملہ یہاں بھی سمجھ لینا چاہیے۔ اس میں ایسی کوئی شے نہیں جو عقل و نقل کے منافی ہو۔

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ

ج1ص497